

ہم عام ملکی ضرورتوں کی نظر سے مغربی علوم یا انگریزی کو مفید خیال کرتے ہیں مگر ان کے حمایت میں مشرقی علوم اور ویسی زبان دانی و فنون

پر امید نہیں کہ اس وعدہ پر پورا پورا عمل ہو یا اگر ہوا تو ہمیشہ رہے کیونکہ حسرت امر کو انسان غلطی یا برائی نہیں جانتا اسکو کسی کے کہنے سے اسکا ترک کرنا لائق اعتقاد و قابل اعتماد نہیں ہوتا

جب وہ شکوہ اپنی دلی شہادت اور یقین سے برا نہیں جاتا۔ تو شکوہ کسی خوف یا پانس خاطر ترک ہو کر ناہی نہیں رہتا ہے کہ اس کام کو ہم برا نہیں مانتے لیکن ہتھاری خاطر سے اسکو ترک کرتے ہیں جسکا لازمہ اور نتیجہ یہ ہے کہ جب وہ شخص ہوگا یا اسکا خوف ہے پس نہ ہوگا تو بہرہ اسلام کو اپنے دلی شہادت سے ضرور ترک کیا۔ سبب یہ ہے کہ ہم نے سنت کر اس وعدہ یا حکم کو لایا اور دیکر مصنون تحریر کیا ہے اور ضیوان پنجاب یونیورسٹی کو اس طرح متنبہ کرنا چاہیے۔ آئیہ اگر سنت اس امر کی معروف ہو کہ اسکی کچھلی کارروائی ہے انسانی یا غلطی تھی اور اس غلطی پر سبکو متنبہ کرنا اور شخص کو ڈاکٹر لائسنس (یا اجازت) دیکر میں تحقیقات کر کے رقوم داہیں دلائی ہیں کی شکر گزار وہاں سنت ہو تو اس وعدہ پر عمل اور اس عمل کے ہمیشہ رہنے کی امید کی جاسکتی ہے

۱۱۱ صرف انگریزی کے حامی انگریزی کی ضرورت پر بہرہ دلہل پیش کرتے ہیں کہ انگریزی کے سوا، آج کل دس روپیہ کی نوکری نہیں ملتی۔ بڑے بڑے سولہوی بندت دس روپیہ کی نوکری کو نامہ مار کر چاہتے ہیں۔

اسکا جواب یہ ہے کہ ضرورت تو کہ ملکی ترقی کا ذریعہ سمجھتا ہے جسے خود ایک سنت غلطی ہے۔ ملک کی ترقی نوکری پر وقت و طمع نہیں۔ پورے جو اس ترقی کا معدن سمجھا جاتا ہے۔ نوکری جو اس ترقی کو نہیں پہنچا۔

یہ ترقی عام علمی دیانت پر منحصر ہے۔ اور اس کے اسلحا با اور ہی ہیں جسبہ علم کیات

کی گردن پر چھری چلانا جائز نہیں سمجھتے۔ اور اس امر کا یقین رکھتے ہیں کہ صرف انگریزی سے
ملکی ترقی ممکن نہیں۔ اور جو صرف انگریزی کو عام ملکی ضرورتوں کے لیے کافی خیال کرے

حرفت صناعت زراعت تجارت وغیرہ۔

ان علوم و حساب کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ سبھی انگریزی زبان میں مقفل ہیں مشرقی
علوم ان سے عالی ہیں اور یہی سحت غلطی ہے۔ وہ کون سی اسباب ترقی ہیں جو
مشرقی علوم میں بیان نہیں ہوئی۔ اہل مشرق ان ہی مشرقی علوم کے ذریعے سے
اس ترقی کو پہنچ گندی ہیں جسکو ہنوز اہل مغرب نہیں پہنچے۔ بلکہ وہ اپنی ترقیات میں
اہل مشرق کی شاگردی کے مستحق ہیں۔ اس امر کو ہم مفصل اور مدلل طور پر اپنے رسالے کے
ممبرہ طلبہ میں ثابت کر چکے ہیں۔ اس مقام میں ہم اس پرچہ کے چند فقرات نقل کرتے
ہیں مسلمانوں کی تہذیب علوم میں نہایت اعلیٰ درجہ کی ترقی تھی۔ ستر ارب پڑھ
کے مورخ نے نہایت انصاف سے یہ بات لکھی کہ مسلمانوں نے اور قوموں سے کتنا
ہی کچھ کم نہیں سیکھا ہو مگر انہوں نے اپنی قابلیت و لیاقت سے اسکو بہت کچھ ترقی
دی۔ ایسا ہی کئی ایک مشہور عیسائی مورخوں سے نقل کیا ہے۔ آخر ایک فرانسیسی
عالم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عرب کی قوموں کو خدا نے دنیا میں اسلئے پیدا کیا تھا۔
کہ وہ علوم و فنون اور حساب تمدن اور مختلف قوموں تک پہنچا دیں جو فنون کو کنارہ
سے لیکر اسپانیا کی درادی کینیڈا پہنچا دیں۔ چنانچہ ان تمام قوموں نے جمہد
کالات اس قوم عرب سے حاصل کیے تھے۔ فنون و دستکاری کو اہل عرب نے رومیوں کو
بڑے بڑے شہروں میں جا کر بخوبی حاصل کیا تھا۔ اور پھر خود اسکو ترقی دی تھے۔
ہارون رشید خلیفہ عباسی نے جو ایک کھڑی بلور تختہ کے شاعر لہین بادشاہ فرنگستان کو
جو اسکا بڑا دوست تھا پیچے اور جنگا ذکر ایچن مار ڈھالے کی ہے۔ مسلمانوں کے
فنون و دستکاری میں ترقی کرنے کا بڑا ثبوت ہے + + + مسلمانوں کی مسابقت

اوسکو یہ پنجابی مثل نایدولتے ہیں اب اب گھر گھڑا چھہ فارسیان گھڑ
 ڈوئی بھگکا مطلب یہ ہے کہ ہمارا بچہ اب آب کہہ کر گیا۔ زبان فارسی نے ہمارا گھر بویا
 اور اسکا مرد یہ ہے کہ ایک ایسے خیال (جو اب صرف انگریزی کے حامی رکھتے ہیں) کا
 آدمی کہیں فارسی پڑھنے گیا تھا وہ اس میں ایسا مصروف ہوا کہ اپنی مادری زبان بہول
 گیا یا عمداً چوڑ بیٹھا کہہ رہا آیا تو کہا نا کہانے کی رقت اسکا حلق میں لقمہ نہیں گیا پھر اوس
 باقی مانگا۔ مگر اپنی مادری زبان ہی نہ کہا اب آب کہتا گیا (جیسا کہ اس زمانہ کے نئے
 جنٹلمین اپنے گہروں و مجلسوں میں اپنی مادری زبان اور دیسی الفاظ استعمال
 میں نہیں لاتے بجائے اسکا۔ اڈیوٹم۔ اینڈیم۔ گڈمین ہین وغیرہ وغیرہ الفاظ

کے طریقے لئے جلتے کے قاعدے ہی عمر ۱۰ + ۱۰ + ۱۰ صدی سے لیکر نوین صدی تک مسلمانوں
 کی طرز معاشرت کو ترقی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ یورپ نے مسلمانوں ہی کی معاشرت و تمدن
 کو دیکھا کہ اس میں ترقی کی۔ گیارہویں کے آخر سے تیرہویں صدی تک جو مسلم و لڑایاں مسلمانوں
 اور عیسائیوں میں بیت المقدس میں رہی ہیں اسکی نسبت یورپ کے مورخین کا قول
 ہے کہ گوان لڑایوں سے بیٹھا آدمی مناع ہو کر اور بہت سافنیس مال بغیر کسی فائدہ کے مناع
 ہوا لیکن انجام کار اسی زمانہ سے اہل یورپ نے فوج کی تربیت اور مسلح مشروہ کی اور تجارت اور
 زرعت کو طریق اور شرفی توڑنے سے لیکر اور شہریوں کی عادات میں اختیار کیں اور دنیا کے
 حالات تحقیق کر لیکر اسکا سفر کی عادت ڈالی علامہ یہ کہ یورپ کی قوموں کو تمدن کے طریقے اسی
 وقت سے معلوم ہوئے جسے وہ مسلمانوں کے اور تہذیب کے تمدن جس معاشرت اور علوم و فنون اور تہذیب
 و کمالات میں ان سے نالائق تھیں۔

تجارت اور زرعت میں ہی مسلمانوں بہت ترقی کی تھی انکو ہمیشہ سفر کی طوٹ عزت ہی سبب انکی سلطنت
 فرانسس اور اسپین کے پہاڑوں کے پچ سے گذر کر ہمالیہ تک پہنچ کر اوس وقت وہ دنیا کو بڑا تاجروں
 ہو کر اور فنون و صنعت میں توشل انکے کوئی نہ تھا۔ تا آخر صفحہ ۱۲۸ نمبر ۵ جلد ۱ شائع شدہ ہے کہ انکی

بولنگھین) اس کے فارسی گو گوہر والوں نے نہ سمجھا اور وہ شخص اسے ہی ملک بقا ہوا۔
 علاوہ برین ہم اپنے رفرمر کے تجربوں سے صاف دیکھ رہے ہیں کہ جو اپنی مادری زبان
 یا پرانی ویسی لٹریچر میں خوب ماہر و مشاق ہیں وہ انگریزی سے خوب نفع اٹھاتے اور لوگوں
 کو نفع پہنچاتے ہیں۔ اور جو لوگ اسپین قاصر و نا کامل ہیں وہ تقریباً تراجم کے وقت
 اینڈ اینڈ کر کے رہ جاتے ہیں۔ ہم کو بار بار انگریزی عبارات (جو اٹھاستہ ہیں) جو
 ہوتی ہیں یا اور جگہ کام آتی ہیں) کے تراجم میں اوروں کے مدد لینے کی ضرورت
 پڑتی ہے تو ہم انگریزی کے بڑے بڑے فاضلوں کی آج اور آج آئے۔ کہ ہم
 یافتوں کو (جو عربی یا فارسی میں ماہر نہیں ہوتے) ایسا ہی پاتے ہیں اور ان کے
 تراجم کو خود با محاورہ اور درست کرتے ہیں باوجودیکہ ہم خود انگریزی میں صرف
 شدید جانتے ہیں۔

ایک مغز دوست پور و پینسٹلین (جو ایک انگریزی گورنمنٹ کالج کاپرسل سے)
 نے ہم سے ذکر کیا کہ ہماری طالب علموں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو انگریزی کا مطلب
 اپنی ویسی زبان میں ایسا دہین کر سکتے جیسا کہ میں ان کی ویسی زبان میں ادا کرتا
 ہوں باوجودیکہ میں ویسی نہیں ہوں۔

اس کے تائید میں ہم سابق لکچر گورنمنٹ گورنمنٹ کالج کاپرسل نے اپنے آخری
 جلسہ کانفرنس (جس کا نام انعام) میں ۱۶-۱۷ اپریل ۱۹۰۹ء کو دی تھی) کا ایک فقرہ پیش
 کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے لیکن خیال کرتا ہوں کہ اسپین شک نہیں ہو سکتا کہ جس
 آدمی نے ویسی زبان کے ذریعہ سے تعلیم پائی ہے وہ زیادہ لائق ہے کہ اپنے ہم
 صحبتوں کو تعلیم دے سکے۔ نسبت اس آدمی کے جس نے انگریزی کے ذریعہ سے
 تعلیم پائی ہے باوجودیکہ اس کا کہنا کہ وہ اردو دان اتنا لائق و فائق نہیں جتنے کہ
 انگریزی زبان میں لکچر گورنمنٹ گورنمنٹ کالج کاپرسل نے انگریزی زبان میں زیادہ علم اس کے

اپنے ہی دل میں محدود ہے یا اگر دوسروں کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے تو صرف انکو چھوڑ
 اسکی طرح انگریزی سمجھ سکتے ہیں۔ برعکس اس کے اردو وان اپنے ہم عصروں کو خوب
 تعلیم دے سکتا ہے۔ اور غالباً اس کے خیالات زیادہ صاف اور زیادہ نفیس ہوتے
 ہیں۔ نسبت اس شخص کے جس نے اجنبی زبان کے ذریعہ کسی کچھ سیکھا ہو اس امر کا
 ثبوت تاریخ انشاپردازی اور خیالات مروجہ یورپ سے ہو سکتا ہے۔

اسکا موبد انراہیل سید احمد خان سی ایس آئی کا وہ قول جو انہوں نے عرض
 انڈین ایسوسی ایشن ہمالک مغربی و شمالی میں گھاتہا پیش کیا جاتا ہے۔ آپ اس معنی میں لکھا
 میں کہ لکھنؤ یا کسی دیگر انگریزی یونیورسٹی سے کوئی صاحب ایم آئی یا ایل ایل
 ڈی کے خطاب کلاہ کہہ کر اپنے گھر واپس آئی جب بہت احباب اور ارباب سے
 گفتگو کرینگے تو ممکن نہیں کہ ان لوگوں کو اپنی تحصیل کی بابت کچھ جنسیال دلا سکیں
 صرف انگریزی اصطلاحی الفاظ اور جملے ان کے دل ہی میں رہیں گے۔ اور مشق و
 ربط نہونے کے باعث صاحب موصوف ویسی زبان سے اسکا مطلب بیان کر سکیں
 گے ان کے علم سے اجباب اور اشتناؤن کو کچھ فائدہ نہیں کیونکہ یہ تو ان کی لیاقت
 کو بالکل سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اگر انکو ویسی زبان کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہوتا اور وہ
 فوراً اپنی تحصیل کردہ علم اور تجربہ کو سمجھا سکتے تو انکی تعلیم کا دوسروں پر کقدر زیادہ
 اثر ہوتا جابلانہ تفرق کے عموماً خیالات مہری پیدا ہوتے۔ اعلیٰ درجہ کی تعلیم دو بدو
 سہادت لوگوں کے دل کو انکی تقلید کرنے کے لیے متحرک کرتے۔ اور زمانہ حال کے
 علوم و فنون کا اشتیاق عام لوگوں کے دل میں پیدا ہوتا۔ دلائل سبق الذکر کو پیشتر
 کر کے گورنمنٹ ہندسی ہاری دلی دعا جزانہ بہہ التجا ہے کہ وہ اعلیٰ ترین درجہ کے
 چہک تعلیم کو اس طور قرار دی کہ ہندسوں و فنون طبعی اور زبان دانی کے اور
 شاخصین ویسی زبان کی وساطت سے سکھائے جاویں۔ اور ویسی زبان میں سالانہ

استحان ان ہی مضامین کا منفقہ ہوا کرے کہ جن میں طلباء فی الحال انگریزی زبان کے ذریعہ سے کلکتہ میں استحان دیتے ہیں اور جس طور سے اب انگریزی طلباء کو علم کے مختلف مضامین میں لیاقت پیدا کرنے سے درجہ عطا کیے جاتے ہیں۔ اسی طور سے جو طلباء ان ہی مضامین کو ویسی زبان میں سیکھا

استحان میں کامیاب ہوں انہیں بھی درجہ عطا کیے جاویں۔ آخری التجا یہ ہے کہ یا تو کلکتہ یونیورسٹی کے ساتھ ایک ڈرنیکولر ڈیپارٹمنٹ لگائی جاوے یا سماج مغربی و شمالی کے لیے ایک علیحدہ ڈرنیکولر بیت العلوم بنایا جاوے۔

بہر صورت دنیاوی امور میں مشرقی علوم (یا ویسی زبان) میں مہارت پیدا کرنے کے سوا مغربی علوم (یا انگریزی) میں کمال حاصل کرنے کے نفع و نقصان کا بیان ہوا۔ اور اگر ہم اسکی مذہبی نقصانوں کو بیان کرنا چاہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت اور بہت بڑا حصہ اپنے پرچہ کا صرف کرنا پڑے گا۔ بالفعل ہم اپنے وقت اور پرچہ کا کچھ حصہ یونیورسٹی کے کے معادنین خصوصاً اپنے اجزان دین کے لیے وقف کرتے ہیں۔

ہمارے ملک کے اہل مذاہب خصوصاً اہل اسلام جان لیں کہ اس وقت جس قدر اتحاد و بے قیدی دنیا میں پھیل رہی ہے وہ فلسفی، طبیعی، اور تاریخی علوم کا فیضان ہے (جو اس وقت انگریزی زبان میں مدون ہو رہے ہیں) جو لوگ اپنے مذہب میں محنت ہونے اور اپنے مذہب عقائد سے بدلائل واقف ہونے سے پہلے ان علوم میں مشغول و متغزل ہوتے ہیں وہ اپنے مذہب کو دونوں ہاتھوں سے سلام کر بیٹھتے ہیں۔ نہ ہندو ہندو رہتا ہے۔ نہ مسلمان مسلمان۔ نہ عیسائی عیسائی۔ ملک یورپ جو ان علوم کا مخزن ہے اتحاد و آزادی کا معدن ہے ہمارے اور ہر ایک محقق کے خیال میں یورپ میں ۱۷ صدی یا پندرہویں صدی میں

عیسائی قوم سے ہٹا کر کیے جاتے ہیں۔ اس ملک میں ہی علوم انگریزی نے باریک بینی و صاحبیت علوم مشرقیہ و سیاہی سراج پایا جیسا کہ یورپ میں اسکا سراج ہے تو اس

ملک کا بھی وہی حال ہو جائے گا جو یورپ کا ہے (والعیاذ باللہ)

اس خوف و خیال کی تائید مین ہم اگر کسی مولوی یا پنڈٹ کے کلام سے شہادت پیش کریں تو انگریزی پر ایمان لانے والے اسکو تعصب پر حمل کریں گے۔ "ایشل من چل تیشیا" اہل مذاہب کا انگریزی سے ناواقف پر مذہبی قرار دینگے۔ لہذا اسکی تائید مین ایسے شخص کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔ جو نہ پنڈٹ ہے نہ مولوی نہ انگریزی سے ناواقف و اجنبی بلکہ یورپ کا باشندہ ہے اور انگریزی میں مستحضر عالم۔

وہ مسٹر ولفرڈ ڈبٹ ہے جس نے اپنے متعدد سپیچوں اور لکچر ورن مین صرف انگریزی جاتی کے یہ مفاسد بیان کیے مین۔ اور وہ علی گڑھ انسٹیٹیوٹ (جو انگریزی کے ایک حامی کا پرچم ہے)۔ شائع ہوئے ہیں

خاص علی گڑھ مین جو انہوں نے سپیچ دی تھی (اور وہ علی گڑھ انسٹیٹیوٹ نمبر ۹ جلد ۱۹) اور اشاعت اس نمبر ۱۲ جلد ۴ مین چھپ چکی ہے) اس مین یہ فقرات ہماری بیان کے موید مین۔

آپ مجھ معاف کریں اگر مین ازادی کے ساتھ نسبت تعلیم انگریزی کے جو اس کالج مین ہوئی ہے بعض بات مین بیان کروں اور بعض خطرے بیان کروں جو ایسی صورت مین پیش ہا ممکن ہے۔ آپ صاحبان یہ خیال نہ کریں کہ اس وقت مین ان خطروں کو موجود کرتا ہوں لیکن اگر اسکی بہت احتیاط کی جاوے گی تو البتہ انکا پیش آجانا امر کان مین ہے مین تو دل سے آپکی کامیابی کا خواہاں اور اسی واسطے مین انکو بیان کرتا ہوں اور ان خطروں کا خیال اس واسطے ہونا ہے کہ یہاں کی تعلیم مکمل اور بہتر وجوہ مثل ہماری ہے تعلیم کی ہے۔ آج کل کی طرز تعلیم مین یہ بڑا خطرہ ہے کہ تعلیم مذہبی تسلیم عقلی کے بہتر نہیں رہتی چونکہ تم مین دنیوی تعلیم کی طرف بہت توجہ کی جاتی ہے اس لیے دینی تعلیم کی طرف پوری توجہ اور فرصت صرف نہیں کی جاتی اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو بغیر اسکے

اعلیٰ درجہ کی تعلیم زمانہ حال کی بات ہے میں پانچویں عقیدہ کو ضائع کر دیتے ہیں۔ یہ
 ایک بہت بد قسمتی کی بات ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ اس قسم کے واقعات یہاں پیش آئیں
 مگر العتبہ انکا پیش آنا ممکن ہے۔ مثلاً تاریخ ہی کو دیکھو وہ کیا سکھاتی ہے۔ اور یورپ
 کے مصنفوں نے جو ہسٹری بنائی ہے اس میں تمہاری مذہب کی نسبت کیا بیان ہے
 اس سے یقیناً یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اسکا بانی ایسا شخص تھا جسکو خدا نے واسطہ تصفیہ
 مذہب کا مور کیا تھا بلکہ اس سے ایسی بات معلوم ہوتی ہے جو آپ کی مذہب کی تاریخ سے
 بالکل مغایر ہے ایسی ہے یورپ میں فلسفہ کا حال ہے۔

جب تک مذہب ہی تعلیم میں ہی ایسی ہی کوشش نہ ہوگی تو یہ یورپ میں فلاسفی اور سائنس
 کا علم مسلمان نوجوانوں کو وقت میں ڈال دے گا۔ انگلستان میں ہی یہی وقت
 اور خطرے پہلو پیش آتے ہیں۔ اور تمام مدارس میں جہاں دنیاوی تعلیم کی طرف
 بہت توجہ کی جاتی ہے اس ضرورتی تعلیم کی نظر انداز ہو جاوے گا۔ لیکچر رہتا ہے۔
 اگرچہ یہاں یہ خطرہ بہت گہٹ گیا ہے مگر تو یہی آپ کو ہوشیار رہنا چاہیے تا وقتیکہ
 اپنے علم سے ہی بخوبی آگاہ نہوں جو ان آدمی یورپ میں لٹریچر یعنی خطرہ کے نہیں
 پڑ سکتے۔

مقام کھنوی میں جو صاحب موصوف نے پیچ دی تھی (اور وہ علی گڑھ انسٹیٹیوٹ
 نمبر ۱۵ جلد ۱۵ - اور اشاعت نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں چھپ چکی ہے) اس میں یہ فقرات
 ہمارے خیال کے مصدق ہیں۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے خیالات کا نتیجہ یورپ میں باعقیدہ بلکہ خدا
 تک پر اعتبار نہ کرنا ہو گیا ہے۔ اور میں کسی نغمہ دنیاوی کی خاطر متکبر اور متہارمی
 اولاد کو اس خطرہ میں پڑنے کی صلاح نہ دینگا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ خدا پر ایمان لانے
 متہارمی ایک بے بہا میراث ہے اور اس پر شکوہ ہمیشہ قائم رہنا چاہیے۔

متمناری واسطے یونیورسٹی قائم ہونے کے اغراض میری خیال میں یہ ہیں اول وہ تمام
ہندوستان کی واسطے مذہبی خیالات کامرکز اور اس کے طالب جو مذہبی علوم میں خوب
مستعد ہوں تمام ہندوستان کے معلم ہوں اور مذہب میں تخریک کریں باوصف اس کے
وہ اور علوم سے بے بہرہ ہوں۔ ایسی یونیورسٹی میں جس کو قائم ہونے کی میں آرزو کرتا ہوں
تمام مفید علوم اور فنون داخل ہوں۔ آج کل میری سمجھ میں تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو
کسی علم کے پڑھنے سے خوف کرتا ہو یا کسی زبان کے سیکھنے کو مذہب کے مضمر خیال کرتا ہو۔
(نفرہ مستین) پس میں خواہش کرتا ہوں کہ ہر قسم کا علم پڑھا جاوے جس کے واسطے لائق
معلم مسلمان ہم پہنچ سکیں اور وہ تمام زبانیں سکھائیں جو دین جس کی ہندوستان
میں کچھ بھی وقت ہو مگر ان خواندگیوں کی زبان خاص کر انگریزی ہوں سے اپوزٹین
روزگار کے واسطے لائق بنانا مقصود ہو۔ اس طور پر مفید اور مذہبی علم عام طور پر
شائع ہوگا اور تمام جماعت میں ایک حرکت پیدا ہو جاوے گی۔

یہ بیان سنکر امید ہے کوئی نہ کہے گا کہ مغربی علوم میں ترقی مشرقی علوم میں ترقی
کرنے کے سوا ملک و قوم و مذہب کے لیے مفید ہو سکتی ہے۔ پھر ان ممبران پنجاب یونیورسٹی
کو (جو ملکی ترقی کے مدعی ہیں) کب مناسب جائز ہتا کہ وہ مغربی علوم کی ترقی کے لیے مشرقی
علوم کو ضرر پہنچاتے اور ان رقوم کو جو مشرقی علوم کی ترقی کے لیے وقف و مخصوص کی گئی
تھیں مغربی علوم کی ترقی پر لگاتے۔

ہماری اس بیان کو وہ ضرر رسان ممبران پنجاب یونیورسٹی صحیح نہ سمجھیں اور مشرقی علوم
کے سوا مغربی علوم میں ترقی کرنے میں جو دنیاوی اور دینی نقصانات و مفاسد ہم نے
صیح دلائل سے ثابت کی ہیں تو جو سوسائٹین تو ہم ان کی اس کارروائی کے حمایت بیجا
اور تصرف ناروا ہونے پر دوسری دلیل پیش کرتے ہیں۔

وہ (دوسری دلیل) یہ ہے

قطع نظر اس امر سے کہ مشرقی علوم میں ترقی ہی ہماری ملک کر لیے دینی ہی ضروری ہے جیسے مغربی میں ترقی ضروری ہے۔ اس یونیورسٹی کی بنا ہی ان ہی مشرقی علوم کی ترقی کے لیے قائم ہوئی ہے اور اہلدار میں اس یونیورسٹی کے لیے جو کچھ راجن مہاراجن وغیرہ روسار و مشرقی پنجاب نے عطیات دی ہیں وہ ان ہی علوم کی ترقی کے لیے دی ہیں۔ مغربی علوم کا صنیرہ تو پچھ لگا یا گیا ہے اور خاص کر ان کی ترقی کے لیے کسی نے ایک حصہ نہیں دیا۔ اور ان کا تو کیا ذکر ہے ان علوم کے حامیوں نے ہی بجز الفاظ اور زبان تقریریں لے آج تک گہ سو کچھ نہیں دیا۔

اور یہ سب کیونکر قائم اور شہ عا ثابت و مسلم سے کہ جس کام کے لیے اور جس شرط سے کوئی شخص یا قوم اپنے مال کو وقف کرے اس پر کام میں اور اس شرط کے موافق وہ مال خرچ کرنا ضروری ہوتا ہے واقف کی شرط کا خلاف محافظہ و متولی کو نہیں پہنچتا۔ بنا علیہ اگر مشرقی علوم کی ترقی و اشاعت غیر مغنیہ دیا غیر ضروری ہی ہے تو مگر یونیورسٹی کو (جو اس مال وقف کر صرف محافظہ و متولی میں) ہرگز نہیں پہنچتا کہ اس مال کو خلاف مرضی و مخالفت شرط عطیہ دہندگان کے صرف کرین اس بات میں عرف و

وقف جیسا کہ زمین و مکانات وغیرہ منقولہ اشیاء کا ہوتا ہے ویسا ہی منقولات

میشہ کہلاڑی روپیہ تنبیہ وغیرہ کا ہوتا ہے۔ امین اگرچہ بعض فقہاء کو خلاف

مگر اسکے مجوزین ہی فقہا ہی ہیں۔ در مختار میں ہے منقولات کا وقف ہی

جائز ہے اگر لوگوں میں اس کا روح

ہو۔ جیسے کہلاڑی تینہ درہم

دینا بلکہ ان چھپڑوں کے وقف جائز

رکنہ کے لیے سلطان حکم نافذ ہو چکا ہے

چنانچہ عرفنا مفتی ابوسعود میں ہے

وصحہ ایضا وقف کل منقول

فقد فیہ تعالیٰ الناس کفاس

قد ورم بل وداہم وذنابہ رقت بل ورم

اکامہ للقضاۃ بال حکم نہ کاف

معروضات الفقہ السعوی (ذخائر)

وفاقیوں کا مسئلہ تو نمبر ان یونیورسٹی خود جانتے ہیں۔ ہم اسباب میں شرعی شہادت ہمیشہ کرتے ہیں جس سے ہمارے سالہ کو خصوصیت ہے۔ تاکہ اہل اسلام معاویہ یونیورسٹی جنکا روپیہ انکی شرط و مرضی کے مخالف لگایا گیا ہے یا آئندہ لگایا جاوے سنٹ سے اپنے حق کا مطالبہ کریں۔ آئندہ انکی شرط کی پابندی نہ ہی تو وہ روپیہ وہاں سے واپس لیکر اپنے کسی مدارس کے حوالہ کریں۔

فتاویٰ درمختار میں بچوالہ نہر الفائق بطور اصول بیان کیا ہے۔ وقت کنندہ کے

شرط مطلب بتانے اور وجہ العمل جو میں آجی جیسے صاحب شریعت کا صریح حکم۔ لہذا اس شرط کے مطابق خدام اوقات کو وظائف مقرر کرنا اور جو خدمت کچھ پیشہ اس کا وظیفہ بند کرنا تو ہے اس شرط کا خلاف گناہ سے خصوصاً جبکہ اس شرط کے خلاف سہوہ وقت معطل ہو جائے

قولہ شرط الوقت كفض الشارح۔ ای فی المفہوم والدلائل ووجوب العمل۔ نیج علیہ خدمت ووظیفہ اور کھا لمن لم یعمل والا اثم لاسیما فیما اذلیزم بترکھا تعطیل العمل۔ (من النہر) (درمختار مطبوعہ مطبع احمد دہلی ص ۲۹۹)

اسی اصول کے مطابق اس کتاب میں اور اکثر کتب فقہ میں بہت مسائل بیان کیے ہیں جن میں

شرط وقت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ از انجملہ چند مسائل بطور تمثیل ہم اسی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ (۱) کسی نضرانی نے یہ شرط کی کہ میری مال وقف سے اس شخص کو میری اولاد میں سے کچھ دیا جاوے

جو مسلمان ہو جائے۔ یا وہ دین نضرانی کے سوا اور دین اختیار کرے اس شرط پر عمل لازم ہوگا۔

لوقال علی من اسلم من ولدا او انتقل الی غیر النضرانیتر فلا شئ لہ لزم شرط علی المذہب (درمختار صفحہ ۳۸۷)

(۲) کسی زمین وقف میں یہ شرط ہو کہ اس کے بدلہ دوسری زمین وقف کیجاوے گی یا اسکو

بچکر اسکی قیمت سے دوسری زمین خریدی جاوے گی تو جب چاہے یہ تبدیلی کرے جب

وجاز شرط الاستبدال بدارضا احوالہ حیسنہ او شرط بیعہ و شیری فبند او ضار

اذا شاء فاذا فعل صارت الثانية كالأولى
في شرائطها وان لم يكن بينكوهاتم لا
يستبدلها ثانياً لان حكم ثبت بالشكر
والشرط وحده الأولى لا الثانية (در مختار)

اس زمین کی تبدیلی ہو تو اس میں بھی وہی
شرطیں مری زمین کی جو پہلی زمین کی شرطیں
تھیں۔ ان تیسری زمین کے تبدیلی
ہائزہ ہوگی۔ کیونکہ اسکی تبدیلی کی شرط

پہلے ہوئی تھی۔

عمراس في المسجد اشجاراً مضمرة ان عمراس
للسبيل فلكل مسلم الاكل والاشباع لاصح
المسجد حسنة (در المختار ص ۹۹)

(۱۳) کسی مسجد میں پہلے درخت لگایا اگر اس نے یہ شرط یا نیت کی ہو کہ جو رہا ستہ ہو
گذری وہ اسکا پہل کہا جائے تو سب مسلمانوں
کو اسکا پہل کہانا جائز ہے ورنہ اگر کوئی
کے اسکا دام مسجد کی ضروریات میں لگایا

جائزگا۔ ان مسائل سے بخوبی ثابت ہو کہ جس کام کے لئے اور جس شرط سے کسی کوئی اپنا مال وقف
کرے اسکو خلاف میں اسکا مال صرف کرنا جائز نہیں ہے۔

اس دوسری دلیل کو بھی وہ لوگ سنیں اور عرف قانون اور شریعت سے سبکو ایک
طرف رکھ کر یہ دستہ اختیار کریں تو ہم انکی اس کارروائی کا بیجا ہونا اور اس سے
آئندہ انگریزی علوم کے لیے (جنکے وہ حامی ہیں) اخوت و حضرات کا پیدا ہونا تیسری دلیل سے
سے ثابت کرنے میں جسکی نظر سے ہم نے عنوان مضمون میں پنجاب یونیورسٹی کی حالت
کو خوفناک کہا ہے۔

وہ تیسری دلیل ہے

اگر مشرقی علوم کو تشریح اور انکا حق مغربی علوم کو دیا گیا تو بائیانہ ابتدائی معاونان یونیورسٹی
جسکی عالی سستی و فیاضی کے سٹیٹیم پر یونیورسٹی کا جن جن چل رہا ہے اسکی امداد سے ہاتھ کھینچ لین گے پھر
ایکے ایک دن فقہان امداد و قلت کے سبب مغربی علوم ہی مشرقی علوم کے ساتھ تشریح کی
لین گے۔ پچھلے سر پاپر پر ہر دس روز تو وہ چند روز میں تمام ہو جائیگا۔ آئندہ کوئی ایسا شاعران

یونیورسٹی کو مشرقی علوم مغربی کے پرچہ جمع کر لیا گیا کہی قائم رہی ہے مگر تب ہی جانیں گے جب یہ جمع ہوا کہ کیا

جیہ مغربی علوم کا تجربہ اپنے زور سے چلا سکے نظر نہ آئیگا
 حاکم مسلمان علوم مغربی ان علوم کی خیر چاہتے ہیں تو مشرقی علوم کی ترقی میں ویسی ہی سعی کرتے
 رہیں جیسا کہ ابتدا میں ہوتی رہی ہے ان ہی علوم کی ترقی کے وعدہ پر راجگان و رؤسا پنجاب سے
 سیدھے وصول ہوگا جو دونوں قسم علوم کے لیے کام آئیگا۔ انہوں نے پچھلے چند دنوں کا کام تمام ہوگا۔ حاکم
 علوم مغربی مشرقی علوم کو اصل مقصد نہیں سمجھتے تو اپنی اصل مقصود (علوم انگریزی) کا کام سیدھے ہی سمجھ
 لیں۔ اور یہی نظر سے انکو حقوق قائم رہنے دین۔

ملاحظہ ملک عام فائدہ اور یونیورسٹی کی خیر نہیں ہے کہ مغربی و مشرقی دونوں قسم علوم کو ایک نظر سے دیکھا
 جائے اور دونوں کی ترقی کے لیے یکساں کوشش عمل میں آوے۔ مغربی علوم کے لیے کسی قدر زیادہ کوشش
 کی جیسی حاجت ہو تو اسکا مصداق کا بندوبست علیحدہ کیا جاوے مشرقی علوم کے حق و باکرا نکو بندیا جاوے۔
 اس ہم اس مضمون کو انہی اجمالی اشاروں پر ختم کرتے ہیں۔ یہ اشارات مشرقی علوم کے ضروری
 معیار یونیورسٹی پر مشورہ نہ ہوئی تو اس مضمون کے دوسری نمبر میں ہم ان حقوق کی تفصیل کریں گے
 جیہ مشرقی علوم کے دبا جائے ہیں یا انکو دبا جائے کا خوف ہے۔

اور نیز مشرقی و مغربی علوم کی ضرورتوں کا موازنہ کر کے یہ بات بھی ثابت کر دیں گے کہ مغربی علوم کو مشرقی
 علوم پر ایسی ترجیح نہیں کہ انکے مقابلہ میں انکی محافظت حقوق کی ضرورت نہ ہو اور جن جو بات پر تحصیل مشرقی
 علوم میں اوقات صرف کرنا عیب سمجھا جاتا ہے اور اسکو مغربی علوم کا خارج اور غفلت خیال کیا جاتا ہے اور انکا
 کافی جواب دینا۔ اور اسکو ساتھ ہم موجودہ مشرقی تعلیم کے وہ نقائص بھی بیان کریں گے جنکو نظر سے مشرقی علوم
 کو تیسرے سمجھا جاتا ہے پر ان نقائص کے دور کرنے کی تجاویز پیش کریں گے جن سے مشرقی تعلیم نقصانوں سے پاک ہو
 مشرقی تعلیم کی ہمہ سوجا اور مغربی علوم کی حامیوں کو بھی پیاری اور بے عیب معلوم ہو۔ واہمہ الموفق

یہ پہلا اجمال ہے تمام مضمون کا حاصل و لب لباب سے مسکو ہماری مضمون پر کچھ بحث کرنا منظور
 ہے۔ وہ اس اجمال کو پیش نظر رکھ کر جو کہنا ہو سکے۔ ہم کو مغربی علوم کا مخالف سمجھ کر مخالفانہ
 بحث کرنے لگ جائے۔